ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

غلام احمد قادیانی

نمبر ۱۳۵ رجسٹرڈ ایل

تار کا پتہ الفضل قادیان پنجاب

THE ALFAZL
QADIAN

الفضل قادیان

اخبار ہفتہ میں تین بار

فی پرچہ تین پیسے

ایڈیٹر غلام نبی

قیمت سالانہ پیشگی ۶ ششماہی للعہ سہ ماہی ۲

جماعت احمدیہ کا مسلمہ ارگن جسے (۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح ثانی نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

جلد ۱۲ — نمبر ۱۲۹ — مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۲۵ء یوم شنبہ مطابق ۲۹ شوال ۱۳۴۳ھ

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں۔

۱۷ مئی کو چودہری احمد یار صاحب بنگہ ضلع جالندھر میں فوت ہوگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ جماعت بنگہ نے نعش بذریعہ گڈہ ۲۰ مئی قادیان پہنچائی۔ جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے پڑھایا۔ اور مرحوم مقبرہ بہشتی میں دفن ہوا۔

ایک مشہور سیاح عرب محمد سعد الدین صاحب جاوی تشریف لائے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی خدمت میں برائے ملاقات حاضر ہوئے۔

۱۲ مئی سے احمدیہ ٹورنامنٹ شروع ہوگا۔ جس میں مختلف ٹیمیں ورزشی کھیلوں کا مقابلہ کرینگی۔

میاں عبد السلام صاحب ابن مولانا عبد الماجد صاحب بھاگلپوری کا نکاح حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے [illegible] بنت [illegible] صاحب بھاگلپوری سے پانچ سو روپیہ مہر پر پڑھا۔ خدا تعالیٰ مبارک کرے۔

نامۂ لنڈن

مسجد احمدیہ لنڈن میں اجتماع عید
زمانہ حال کے پیلاطوس کرنل ڈگلس

(جناب مولوی عبد الرحیم صاحب ایم اے درد کے قلم سے)

لنڈن میں عید بروز ہفتہ ۲۵ اپریل کو ہوئی۔ ہر طبقہ کے لوگوں کو ۴۵۰ دعوتی کارڈ بھیجے گئے تھے۔ نماز مسجد کے باغ میں گیارہ بجے ہوئی۔ خاکسار نے خطبہ پڑھا۔ جس میں عید الفطر کی خصوصیات اور اہمیت بیان کی۔ حاضرین میں مختلف مذاہب مختلف رنگ اور مختلف حیثیتوں کے لوگ موجود تھے۔ اخبارات کے نمائندے بھی آئے ہوئے تھے۔ اخبار ٹائمز۔ اخبار ایوننگ سٹینڈرڈ اور سنٹرل پریس ایسوسی ایشن نے اپنے خاص نامہ نگار بھیجے۔ حاضرین میں زیادہ قابل ذکر مندرجہ ذیل اصحاب تھے:

(۱) Mr. Cole.

Mr. Oswald Gregson.

Major Thomas.

Mr. H. Owen. (5) Mrs. H. Owen.

Mr. Roe. جو زچوسلاواکیا کے دار الخلافہ Prague. کے رہنے والے اور بہت بڑی حیثیت کے آدمی ہیں۔ معہ اپنی بیوی اور لڑکی کے آئے ہوئے تھے۔

Dr. Henry Leon.

Madam Henry Leon.

Dr. H. B. Knight Chorley. D. E. S. LS

Mrs. Loftus Hare.

حاضرین کی تعداد کم از کم ۶۰ اور ۷۰ کے درمیان تھی۔ ہمارے اس اجتماع کو ایک ایسی خصوصیت حاصل [illegible] اس سے پہلے کسی عید کے اجتماع کو حاصل نہیں۔ یعنی [illegible] کے پیلاطوس ہمارے پیارے مسیح کے ساتھ انصاف کرنے سے ہمیں کبھی نہ بھولنے والے کرنل ڈگلس بھی تشریف [illegible]

۳ بجے ملک غلام فرید صاحب کا لیکچر "آنحضرت صلی اللہ [illegible] کے متعلق بائبل کی پیشگوئیاں" پر ہوا۔ لیکچر کے آخر [illegible]

...صاحب نے اختصاراً مسیح محمدی اور مسیح موسوی کی مماثلتیں بیان کرتے ہوئے کرنل ڈگلس کا ذکر بھی کیا ہوا تھا۔ خاکسار نے اپنے صداقتی ریمارکس میں کرنل ڈگلس کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ یہ ہمارے مسیح کے پیلاطوس ہیں۔ جنہوں نے خدا کے ایک عظیم الشان رگزیدہ کے ساتھ انصاف کر کے اپنے آپ کو ایک تاریخی آدمی بنا لیا ہے۔ صدارتی ریمارکس ختم ہوئے پر کرنل ڈگلس نے خواہش کی۔ کہ وہ کچھ بولنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ وہ اٹھے۔ اور کہا۔ مجھے اس بات سے تو اتفاق نہیں۔ کہ میں کوئی بڑا تاریخی آدمی بن گیا ہوں۔ لیکن وہ مقدمہ جو میں نے گورداسپور کے ڈاک بنگلہ میں مرزا غلام احمد صاحب کے متعلق فیصلہ کیا مجھے کبھی نہیں بھولیگا۔ اسکے بعد انہوں نے اس مقدمہ کے مختصر حالات بیان کر کے حاضرین کو خوش کیا۔ اور کہا اس وقت مرزا صاحب کے مریدوں کی تعداد تین چار سو کے قریب تھی۔ لیکن اب انکی تعداد تین چار ملین کے قریب ہے۔ ... دی گیا۔ جو ہر ایک انگریز مجسٹریٹ میری جگہ کرتا۔

کرنل صاحب کی تقریر کے بعد حاضرین کو چائے دی گئی۔ حاضرین کی طرف سے Mr. H. Owen نے امام و ممبران جماعت احمدیہ کا شکریہ ادا کیا۔ خدا کے فضل سے لندن پریس نے ہماری عید کے متعلق خوب نوٹ لکھے ہیں۔ مندرجہ ذیل اخبارات نے عیدوں کا ذکر کیا۔ لیکن ہماری عید کا ... کر دو کنگ کا پیچھے۔ اور کئی اخبارات نے صرف ہمارا ہی ذکر کیا ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

(1) Morning Post.
(2) Daily Telegraph.
(3) The Express.
(4) Observer.
(5) Westminister Gazette.
(6) Evening Standerd.
(7) Referee.
(8) York Shire Observer.
(9) York Shire Post
(Etc. Etc.)

اس ہفتہ میں Persian Minister اور Egyptian Minister سے ملاقات کی گئی۔ والسلام

خاکسار درد۔ لندن ۳۰-۴-۲۵

تصحیح

گوجرات میں مولوی جلال الدین صاحب شمس کا مباحثہ جن مولوی صاحب سے ہوا۔ ان کا نام محمد حسین نہیں تھا۔ بلکہ غلام حسین ساکن دلاور چیمہ

اخبار احمدیہ

جماعت احمدیہ فیروزپور کا تبلیغی سرکلر

تبلیغی سکرٹری جماعت احمدیہ فیروزپور نے دستی پریس پر ایک تبلیغی سرکلر چھاپکر اپنی متعلقہ جماعتوں اور ضلع فیروزپور کے دیہات میں رہنے والے احمدیوں کو بھیجا ہے جس میں تبلیغ احمدیت کی طرف توجہ دلانے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریروں کے اقتباس درج کرنے کے بعد وہ تجاویز جو تبلیغ کے متعلق اس سال کی مجلس شوریٰ میں قرار پائی ہیں۔ شائع کی ہیں۔ اور ساتھ ہی تبلیغ کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر خلاصۃً لکھی ہے۔

اس تبلیغی سرکلر کو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے بہت پسند فرمایا ہے۔ دیگر جماعتوں کے تبلیغی سکرٹریوں کو بھی اپنی تبلیغی کوششوں کو وسعت دینے کیلئے ایسی تجاویز سوچنی اور ان پر عمل کرنا چاہیئے۔

شرائط داخلہ میڈیکل سکول امرتسر

داخل ہونیوالا طالب علم انٹرنس پاس ہو۔ پرنسپل میڈیکل سکول امرتسر کے نام اس مضمون کی عرضی لکھ کر بھیجدے کہ میں نے انٹرنس پاس کر لیا ہے۔ اور میں میڈیکل سکول میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ مجھے اپنے سکول میں داخل کر لیا جاوے (عرضی میں واضح کر دیا جائے کہ مجھے خواہ ملٹری کلاس میں خواہ سول کلاس خواہ وظیفہ نہ دئے جانیوالی سول کلاس میں داخل کر لیا جاوے)

عرضی کم از کم ۵ رجون سے پہلے پرنسپل میڈیکل سکول امرتسر کے نام بذریعہ رجسٹری بھیج دینی چاہیئے۔ اور عرضی کے ساتھ مندرجہ ذیل سرٹیفکیٹ ضرور ہوں۔ اگر ایک سرٹیفکیٹ بھی کم ہوا۔ تو عرضی نامنظور ہوگی۔ اگر عرضی ۵ رجون تک بھی نہ پہنچے۔ تو نامنظور ہوگی۔ پرنسپل کے پاس عرضی بھیجنے کی آخری تاریخ ۵ رجون ہے۔

(۱) عرضی کے ساتھ ہیڈ ماسٹر کا سرٹیفکیٹ ہو۔ کہ لڑکے نے انٹرنس پاس کر لیا ہے۔ اور اس میں چال چلن کے متعلق بھی لکھا ہو یعنی ہیڈ ماسٹر کا سرٹیفکیٹ ہو۔ عرضی الگ ہو۔ اور سرٹیفکیٹ الگ ہو۔

(۲) سول سرجن کا سرٹیفکیٹ ہو۔ کہ لڑکا میڈیکل سکول میں داخل ہونے کے قابل ہے۔

(۳) خاندانی عزت کا سرٹیفکیٹ کسی گورنمنٹ افسر کا ہو جو کم از کم تحصیلدار کی حیثیت کا ہو۔ خواہ تحصیلدار ہو۔

(۴) Description roll. کو پُر کیا جائے یہ فارم سکول سے ملتی ہے۔ پرنسپل کو لکھکر منگوالی جائے۔

ذوالفقار علی خاں۔ ناظر امور عامہ قادیان۔

احمدیہ جماعتوں کے امیروں اور سکرٹریوں سے مطالبہ

یتامیٰ کے متعلق ایک چٹھی آپکو روانہ کی گئی تھی۔ جس میں مجلس مشاورت کی طرف سے بعض ضروری تجاویز تھیں۔ اور ان کے متعلق جماعتوں کا مشورہ دریافت کیا گیا تھا۔ بعض کی طرف سے جواب آگیا ہے۔ مگر بہتوں نے ابھی تک جواب نہیں دیا۔ وہ تجاویز اپنی ذات میں بہت اہم تھیں۔ لیکن ایسی نہ تھیں۔ کہ ڈیڑھ ماہ گذرنے پر بھی کارکنان جماعت کوئی رائے قائم نہ کر سکیں۔ لطفاً امراء جماعت و سکرٹریان جس طرح ہو سکے۔ مشورہ لیکر جلدی دفتر ہذا کو اطلاع دیں۔ ورنہ یتامیٰ کے متعلق خاطر خواہ انتظام کرنے میں اگر کوئی تاخیر ہوئی۔ تو اسکے ذمہ دار اب آپ ہوں گے۔

اسکے علاوہ تعلیم و تربیت کی رپورٹ ماہ اپریل کی نہیں پہنچی اور اب ماہ مئی بھی ختم ہو رہا ہے۔ اسکی طرف بھی آپ توجہ فرمائیں۔

مرزا شریف احمد۔ ناظر تعلیم و تربیت قادیان

بٹالہ میں مفتی محمد صادق صاحب کا لیکچر

بٹالہ میں ۱۲ اور ۱۳ کی درمیانی شب کو حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب کا لیکچر یورپ و امریکہ میں تبلیغ اسلام پر ہوا۔ جس میں آپ نے بتایا کہ احمدیت کی صداقت کی یہ ایک زبردست دلیل ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں تبلیغ اسلام کے لئے احمدیوں کو چن لیا ہے۔ اگر احمدی سچے نہ ہوتے۔ تو اللہ تعالیٰ ان سے یہ ضروری کام جو ہمیشہ اپنے انبیاء اور ان کی جماعت سے لیا کرتا ہے۔ نہ لیتا۔ پس تمام روئے زمین کے مسلمانوں کا تبلیغ اسلام سے غفلت اختیار کرنا اور احمدیوں کا اس بوجھ کو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ماتحت اٹھانا ثبوت اسبات کا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام صادق ہیں۔ اور آپ کی جماعت اللہ تعالیٰ کی مقرب جماعت ہے۔ ورنہ کیوں دوسری قومیں اس تبلیغی کام کو چھوڑ بیٹھی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے جس سے چاہتا ہے۔ کام لیتا ہے اسی طرح آپ نے بہت دلچسپ پیرائے میں اسلام کی صداقت کو پیش کیا۔ خاکسار سید حافظ عبد الرحمٰن احمدی بٹالہ۔

اعلان بیعت

مسٹر انوار احمد صاحب کوچہ چیلاں دہلی جو کچھ روز سے شملہ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ سے بذریعہ خط بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ آپ ایک پابند صلوٰۃ نوجوان ہیں۔ احباب ان کے لئے دعا فرماویں۔ عبد الحکیم احمدی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الفضل

قادیان دارالامان - ۲۳ مئی ۱۹۲۵ء

کانفرنس مذاہب لنڈن کے تاثرات

مسٹر ڈبلیو لافٹس ہیئر کے قلم سے

(نمبر ۲)

اب میں اپنے مضمون کے اس حصہ کی طرف آتا ہوں - جو پڑھنے والوں کے لئے بھی ایسا ہی دلچسپ ہوگا - جیسا کہ لکھنے والے کے لئے ہے - شخصیت کی قدر و قیمت کیا بلحاظ خاص علم میں ہر دلعزیزی حاصل ہونے اور کیا بلحاظ اس کے باریک در باریک اثرات کے اسوقت سے ظہور پذیر ہونی شروع ہوگئی جب کانفرنس مذاہب کے افتتاح سے کچھ ہفتے قبل وکٹوریہ سٹیشن پر جماعت احمدیہ کا وفد اترا - ایک درجن خوبصورت ہندوستانیوں کے سبز عماموں نے دفعتہً ہر کس و ناکس کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کر لیا - حتٰی کہ پریس کے نمائندگان جوق در جوق اس منظر کو دیکھنے کے لئے آ جمع ہوئے - اس (وفد) کے صدر حضرت خلیفۃ المسیح الحاج میرزا بشیر الدین محمود احمد تھے - جو سفید عمامہ زیب سر کئے ہوئے تھے - اور جنہوں نے بہت جلد ہمیں اپنا گرویدہ بنا لیا - پریس اور پبلک کو فوراً آپ کے آنے کا مقصد معلوم ہو گیا - اور ہماری کانفرنس نے آپ کی ذات میں ایک بیش قیمت معاون پایا - ہمارے ان مشرقی برادران کی ممتاز جماعت کا (کانفرنس ہال میں) روزانہ داخلہ اور متانت و سنجیدگی سے تمام لیکچروں کو سننا نیز ان کا اپنے انگریز رفقاء سے برادرانہ ربط و اتحاد ایک نہایت ہی خوش کن منظر تھا -

ان سبز عمامہ پوشوں میں سے ہر ایک نے گرانڈیل مسٹر ذوالفقار علی خاں سے لیکر صغیر الجسم مسٹر نیر جو قبل ازیں لنڈن مسجد کے امام تھے - تک نے اپنے دوستوں کا ایک حلقہ بنا لیا - ان سب نے ہمارے ساتھ نہایت ہی شرافت اور ملاطفت کا سلوک کیا - اور ہم نے بھی ان سے ایسا ہی سلوک کرنے کی کوشش کی - اگرچہ حضرت خلیفۃ المسیح کو انگریزی میں تقریر کرنے کی زیادہ مشق نہیں - مگر آپ کی گفتگو نہایت ہی موزون اور دلربا ہوتی تھی - اور خاصکر آخری روز صدر جلسہ کی درخواست پر جب آپ نے اپنی مادری زبان میں آزادی کے ساتھ تقریر کی تو ہم نے ایک سچی اور روحانی شخصیت کے اثرات کا مشاہدہ کیا - آپ کی چمکتی ہوئی آنکھیں - آپ کی مردانہ آواز - آپکے مقفیٰ الفاظ کی رو - آپکے خوبصورت حرکات اور اشارات اور آپ کی درخشاں خوش طبعی نے سامعین کو ایسا مفتون اور گرویدہ بنا لیا - کہ انہوں نے تحسین و آفرین کی زبردست داد دیکر اپنی محبت کا جوان کو آپ (حضرت اقدس) کے ساتھ اور آپ کے مذہب اور آپ کی قوم کے ساتھ پیدا ہو گئی - اظہار کیا اور ثابت ہو گیا - کہ کس طرح بدون انسانی تدابیر لوگ ایک دوسرے کی طرف ایسے روابط کے ساتھ کھنچے جاتے ہیں - جو آسانی کبھی شکستہ نہیں ہو سکتے - سرتھیوڈور ماریسن آف ڈرہم یونیورسٹی نے جماعت احمدیہ کا پرچہ پڑھا جانے کے وقت کرسی صدارت کو قبول کرتے ہوئے یوں فرمایا :-

"اسلامی دنیا اپنے آغاز سے ہی بہت سے فرقوں میں منقسم ہو چکی ہے - اور اب جبکہ خیالاتِ جدید اور نئے علوم کی لہر اسلامی ممالک میں پہنچ چکی ہے - یہ جاننا تعجب خیز نہیں - کہ نئے فرقہ جات میں زیادتی ہو گئی ہے - ان نئے علوم اور فرقہ جات کی موجودگی میں مدعی لوگوں نے اپنے اپنے مذاہب کو نئے علوم کے مطابق بنانے کی کوشش کی ہے - اور اس واسطے وہ اپنی مذہبی کتابوں کے دوبارہ کامل طور پر پڑھنے کے لئے مجبور ہوتے ہیں - اس کے نتیجہ میں انہوں نے اپنی کتابوں کے بعض مقامات پر زور دینے کی ضرورت محسوس کی ہے - اور بعض ایسے مقامات جن کو پہلے بہت اہمیت دی جاتی تھی اب کم زور دینا شروع کر دیا ہے - بعض اوقات یہ تبدیلی رائے چپ چاپ واقع ہو جاتی ہے - مگر اس واقعہ میں (یعنی تحریک احمدیہ) میں اسلام کے متین اور صریح اقوال کو دوبارہ قائم اور طاقت دینے کی صورت اختیار کی گئی ہے - میری عمر میں ان اہم فرقوں میں سے سب سے زیادہ ضروری تحریک وہ ہے - جو قادیان پنجاب سے رونما ہوئی ہے - ہم بہت خوش قسمت ہیں - کہ امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح اسوقت ہمارے درمیان موجود ہیں - جو اس جماعت کے متعلق جس کے آپ امام ہیں آج کچھ بیان فرمائینگے - میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ چند الفاظ حاضرین کے لئے بیان فرما دیں - بعدہٗ آپ کا پرچہ جو کہ آپ نے لکھا ہے - مسٹر ظفر اللہ خان بی - اے ایل - ایل - بی بیرسٹر ایٹ لاء پڑھکر سنائینگے -

اس پر خلیفۃ المسیح نے حسب ذیل چند الفاظ فرمائے :-

بہنو اور بھائیو! سب سے پہلے میں یہ کہنا چاہتا ہوں - کہ میں اسوقت ممبران کانفرنس کے سامنے بعض خیالات پیش کروں گا - تاکہ وہ لوگ ان اہم مسائل پر پوری طرح غور و خوض کر کے اپنے لئے یہ فیصلہ کر سکیں - کہ وہ کونسا مذہب قبول کرینگے اسکے بعد میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں - کہ میں نے اپنی بجائے اپنے ایک دوست اور مرید کو پرچہ آپ کے سامنے پڑھنے کے لئے کہا ہے - اپنی زبان میں تو میں نے بارہا دس دس ہزار کے مجمع کے سامنے چھ چھ گھنٹے مسلسل تقریر کی ہے - لیکن میرا خیال ہے - میرے لئے یہ مشکل ہوگی کہ ایک ایسی زبان میں جسے میں پورے طور پر نہیں جانتا - اپنا پرچہ پڑھوں" اس کے بعد اسلام کے متعلق آپ کا مضمون پڑھا گیا ؎

ایک فتنہ انگیز نظم

باوجود اس کے کہ بعض آریہ اور ہندوؤں کی درشت کلامی اور بدزبانی کے نہایت خطرناک نتائج رونما ہو چکے ہیں - پھر بھی وہ اس روش کو ترک نہیں کرتے - کوہاٹ کے فساد کا موجب ایک نظم ہی ہوئی تھی - جس میں نہایت ناشائستہ طریق سے مسلمانوں کی دل آزاری کی گئی تھی - حال میں ہندی کے ایک اخبار "ہندو سروسو" ہردوار (۲۷ اپریل) میں "ہماری تمنا" کے عنوان سے اسی قسم کی ایک نظم شائع ہوئی ہے - جس کا صرف ایک شعر بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے لکھا ہے :-

کعبہ کے خاک و خش کو پیغام دے فنا کا
یگیہ ہون سے اس کو آتشکدہ بنا دیں

کیا وہ ہندو لیڈر جو فساد کے بعد سارا الزام مسلمانوں کے سر تھوپ دیا کرتے ہیں - اس قسم کی فتنہ انگیز نظمیں شائع کرنے والوں کا کوئی انتظام کرینگے -

مسیحی مشنری اور ہندوستانی عورتیں

عیسائی مشنریوں کا سب سے شرمناک تبلیغی پہلو یہ ہے کہ وہ کسی نہ کسی صورت میں عورتوں اور لڑکیوں کو اپنے دام میں گرفتار کر کے روپوش کر دیتے ہیں - اس قسم کے واقعات آئے دن اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں - ابھی چند دن کا ذکر ہے ہندو اخبارات میں لاہور کے ایک معزز گھرانہ کی ایک ہندو لڑکی کا ذکر کیا جا رہا تھا - جسے کچھ عرصہ پوشیدہ رکھا گیا - پھر ایک عیسائی سے اُسکی شادی کر دی گئی - اور اب وہ غالباً چھاؤنی لاہور میں رہتی ہے - اسی طرح اخبار "مسلم اوٹ لک" نے گورداسپور کی یہ اطلاع شائع کی ہے - کہ وہاں کے مشن کمپاؤنڈ سے دو نوجوان مسلمان عورتیں چھپ چھپا کر نکل آئیں - اور آجکل گورداسپور کے ایک مسلمان کے مکان میں پناہ گزین ہیں - دونوں شادی شدہ ہیں - بلکہ ایک کی گود میں تین سال کا بچہ بھی ہے - یہ بچے والی عورت آج سے چند ماہ پہلے اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر نکل آئی تھی -

اس کا بیان ہے۔ کہ اسے پہلے لدھیانہ کے مشن کمپاؤنڈ میں رکھا گیا۔ لیکن بعد میں گورداسپور پہنچا دیا گیا۔ دوسری عورت کو گھر سے نکلے ہوئے ایک سال سے زیادہ مدت گذر گئی ہے۔

یہ بالکل تازہ واقعات ہیں۔ اور ایسے واقعات ہیں جو کسی نہ کسی وجہ سے الم نشرح ہو گئے۔ ان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ عورتوں کے متعلق عیسائی مشنریوں کی کوششیں کس قدر تکلیف دہ اور رنج افزا ہیں۔ اور ہندو مسلمانوں کی غیرت اور حمیت پر یہ کتنا بڑا داغ ہے ؂

ہندوستانی مستورات پر مسیحی حملہ

عیسائی مشنریوں کی طرف سے اس قسم کے واقعات کو پردہ خفا میں رکھنے کی پوری پوری کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ انہیں ہندوستانی عورتوں کو ورغلانے میں اسقدر کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ کہ وہ اسے اپنی کارگذاری کا بہت بڑا میدان قرار دے رہے ہیں۔ جیسا کہ لنڈن کی حسب ذیل خبر سے ظاہر ہے :-

"ہندوستانی زبانوں میں مسیحیت کی تبلیغ کرنے والی جماعت کا ایک جلسہ ہوا۔ جس میں سر جان سنے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ آج ہندوستان کی عورتوں میں تبلیغ دین عیسوی کا جو موقعہ ہے۔ پہلے کبھی نہ تھا۔ مگر افسوس ہے۔ کہ قلت سرمایہ کے باعث ہم اس موقعہ سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ اس کام کے لئے سالانہ آمدنی میں ساٹھ ہزار روپیہ کا اضافہ ہونا چاہیئے"

روزمرہ کے واقعات اور عیسائی مشنریوں کے یہ ارادے پڑھ کر بھی اگر اہل ہند اور خاص کر مسلمان اپنی مستورات کو عیسائی مشنریوں کے اثر سے محفوظ رکھنے کی کوشش نہ کریں تو بہت ہی شرم کی بات ہوگی ؂

ہندوؤں میں طلاق کا رواج

چند دن ہوئے "ہندوؤں میں طلاق" کے متعلق ہم نے ایک مضمون لکھا تھا۔ جس میں بتایا تھا کہ معاشرتی حالات اور واقعات سے مجبور ہو کر ہندوؤں میں یہ خیال پیدا ہو رہا ہے۔ کہ اس بارے میں اسلام نے جو چارہ کار بتایا ہے۔ اپنے ویدک دہرم کو جواب دیتے ہوئے اسپر عمل کریں۔ چنانچہ ان میں طلاق کے اجراء کا نہ صرف خیال پیدا ہو رہا ہے بلکہ بعض جلسوں میں اسے بطور تجویز پیش کیا جا رہا ہے۔ اسکے ساتھ ہی ہم نے بعض آریہ اخبارات کی طرف سے اسکی مخالفت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا۔ خواہ وہ کچھ کہتے رہیں لیکن وہ دن دُور نہیں۔ جب ہندوؤں کو اپنی قومی اور تمدنی اصلاح کیلئے طلاق کو رائج کرنا پڑیگا۔

لیکن اب انہیں معلوم ہوا ہے کہ اسپر تو ہندوؤں میں عمل کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ اخبار "ورات" (۱۲ مئی) میں ایک اعلان شائع ہوا ہے جس سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

اعلان یہ ہے :-

"مسماۃ شب دیوی المعروف بچھی کو جو کئی سال سے بطور عورت رہی ہے۔ تین مہینے سے اسکی بدچلنی کی وجہ سے گھر سے نکالدیا ہے۔ اب اس کا کوئی تعلق یا حق بطور میری عورت کے قائم نہیں رہا۔ اور نہ اسکی میری لڑکی پر جو اسکے پیٹ سے ہے۔ اور بحالت شیر خوارگی اب میری پاس ہے کسی بھی قسم کا حق ہے۔ اسلئے اطلاع عام کے لئے مشتہر کیا جاتا ہے کہ کوئی شخص اسے میری عورت سمجھ کر یا کسی دیگر معزز حقوق کو مدنظر رکھکر اسکے ساتھ لین دین نہ کرے۔ اور نہ اسکی باتوں میں آئے میں اسکی کسی بھی حرکت یا فعل کا ذمہ وار نہیں ہوں۔

المشتہر دیال مل حلوائی۔ گوجرانوالہ"

یہ اعلان نہ معلوم مشتہر نے کن حالات سے مجبور ہو کر کیا ہے۔ اور کتنے ہی ایسے واقعات ہوتے ہونگے۔ آریہ اخبار اور آریہ وِدوان اس اعلان کو پڑھ کر بتائیں۔ کیا یہ طلاق نہیں۔ اور اسبارہ میں اسلام نے جو حکم دیا ہے۔ اسکے آگے سر تسلیم خم نہیں کیا گیا ؂

ویدک دہرم اور طلاق

آریہ اور ہندو صاحبان جن کا دعویٰ ہے کہ "ہندو سبھیتا میں طلاق کے لفظ کا کوئی استعمال نہیں" اگر اسے اپنے دہرم کی خوبی سمجھتے ہیں تو ان کا فرض ہے کہ اپنی عورت سے قطع تعلق کا اعلان کرنیوالے یعنی اپنی بیوی کو طلاق دینے والے حلوائی صاحب کو بتائیں کہ جن حالات سے مجبور ہو کر انہوں نے طلاق دی ہے۔ انکے متعلق ویدک دہرم کیا ہدایت دیتا ہے۔ آیا یہ کہ ایک بدچلن عورت کو جو بدچلنی سے کسی صورت باز نہ رہ سکتی ہو۔ اپنی "پتنی" بنا کر رکھنا چاہیئے یا کسی طرح سے اس سے چھٹکارا حاصل کر لینا چاہیئے۔ اگر ویدک دہرم چھٹکارا کی کوئی صورت نہیں بتاتا۔ تو اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ مرد کو ایک ایسی عورت کے ساتھ زندگی بسر کرنے پر مجبور کرتا ہے جو نہ صرف اسکی عزت آبرو کی سفید چادر پر نہایت ہی بدنما داغ ہے بلکہ اسکی جان کی بھی لاگو ہے کیونکہ بہت ممکن ہے وہ اسے اپنی آوارگی میں حارج سمجھکر ہلاک کر دے جیسا کہ کئی واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ اور ایسا مذہب قطعاً فطرت کے مطابق نہیں ہو سکتا۔

آریہ صاحبان کو چاہیئے۔ اعلان کرنیوالے صاحب سے مسئلہ طلاق کی ضرورت اور عدم ضرورت دریافت کریں۔ امید ہے وہ نہایت عمدگی سے اسپر روشنی ڈال سکیگا۔ اور بتا دیگا کہ اسبارہ میں ویدک دہرم کو چھوڑ کر اسلام نے جو حکم دیا ہے۔ وہی قابل عمل ہے ؂

چودھویں صدی کے مولوی

پچھلے دنوں "زمیندار" نے ایک "مولوی صاحب" کے متعلق لکھا تھا کہ ممتاز رقاصہ کی تصویر اخبار "ٹائمز آف انڈیا" سے دیکھنے کیلئے جب ان سے ارکان ادارت "زمیندار" میں سے کسی نے درخواست کی۔ تو انہوں نے درخواست کنندہ کی لاحول ولا قوۃ الا باللہ سے تواضع کر دی لیکن جب "بمبئی کرانیکل" اخبار کا وہ پرچہ میز پر رکھکر دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ تو مولوی صاحب ممتاز کی تصویر پر جھک کر نہایت ناقدانہ انداز سے اس کا معائنہ فرمانے لگ گئے۔

اس واقعہ پر ہم نے یہ رائے ظاہر کی تھی۔ کہ تفتیش کیجائے۔ تو ایسے ہزاروں مولانا ملیں گے لیکن بھلا ہو "جمعیۃ العلماء ہند" کے واحد ترجمان "الجمعیۃ" کا کہ اس نے "نوجوان اور خوبصورت لڑکیوں" کے فوٹو جمع کرنے کا اعلان کر کے تفتیش کی زحمت سے بچا لیا۔ اور ثابت کر دیا۔ کہ ہندوستان کے علماء کی ساری کی ساری جمعیۃ "خوبصورت لڑکیوں" کی تصویروں کا ناقدانہ انداز سے "معائنہ" فرمانے کیلئے ہمہ تن تیار ہے ؂

اسی سلسلہ میں جناب خواجہ حسن نظامی صاحب نے ایک مولوی اور ایک رنڈی کے متعلق جو انکشاف کیا ہے۔ امید ہے وہ دلچسپی سے پڑھا جائیگا۔

خواجہ صاحب اپنے روزنامچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ایک دن ایک ہندو طوائف جو نعت گانے میں مشہور ہے۔ میرے پاس بیٹھی تھی۔ کہ ایک بڑے دہلوی غیر مقلد مولانا صاحب تشریف لائے۔ اور طوائف کو دیکھکر انہوں نے بہت زور سے لاحول پڑھی۔ مولانا کی لاحول سنکر طوائف کو اپنے گناہ کا احساس ہوا۔ اور وہ رونے لگی۔ میری آنکھ کے مدنے سے وجد کی سی حالت ہو گئی۔ اور میں نے اس سے کہا۔ اری بہن سن میرا اور تیرا تو ایک ہی حال ہے۔ تو بھی لوگوں کو لوٹنے کیلئے بناوٹی کپڑے اور زیور پہنکر فریب کی شکل بناتی ہے۔ اور میں بھی پرہیزگار مشہور ہونے کیلئے ڈاڑھی اور سر کے بال بڑھاتا ہوں۔ اور لمبا کرتا پہنتا ہوں۔ تو بھی محفل میں ناچتی ہے۔ اور میں بھی قوالی میں رقص کرتا ہوں مگر تو روتی ہے۔ کیونکہ تجھے اپنے گناہوں کا اقرار ہے۔ اور میری آنکھوں میں آنسو نہیں آتا۔ کہ میں اپنی ریاکاری سے غافل ہوں ؂

پھر میں نے اس طوائف سے کہا۔ کھڑی ہو۔ اور مولانا سے مصافحہ کر۔ طوائف کھڑی ہو گئی اور اسنے مولانا سے مصافحہ کرنا چاہا۔ مولانا نے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور مصافحہ سے انکار کر دیا۔ یہ طوائف نے کہا۔ تو بڑی بدتمیز ہے۔ مولانا محرم کے ہاتھ کو ہاتھ نہیں لگاتے یہ ریشمین دوپٹہ میں اپنے ہاتھ کو لپیٹ لے۔ اور پھر مصافحہ کر۔ اس بیچاری نے ایسا ہی کیا جب وہ مولانا کے سامنے گئی۔ تو مولانا نے للچائی ہوئی آنکھوں سے اسکو دیکھا۔ اور کانپتے ہوئے ہاتھ سے اس کا ریشمین ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کیا ؂

جب یہ مصافحہ ہو چکا طوائف اپنی جگہ بیٹھ گئی۔ تو میں نے دیکھا تمام مجلس پر ایک سکوت کا سناٹا طاری ہے۔ میں نے مولانا سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ مجھے لفظ ریا کا یقین نہ آتا تھا مگر آج معلوم ہوا۔ کہ اسکی بھی کچھ اصلیت ہے۔ مولانا اس فقرے سے بہت ناراض ہوئے۔ اور فرمایا کہ ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا خوامخواہ اوقات خراب کرنی ہے۔ یہ کہکر لاحول پڑھتے ہوئے چلے گئے"

جناب خواجہ صاحب نے ایک بڑے دہلوی غیر مقلد مولانا صاحب کو اپنے رنگ میں رنگین [illegible] ہمیں کمال کا دعویٰ ہے۔ اب اسکے مرد اس کارنامہ کی حقیقت بھی [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

تلقینِ صبر

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

انبیاء کی جماعت کا فرض اوّلین

آج میں اپنے دوستوں کو اس فرض کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ جو انبیاء کی جماعتوں کے اہم ترین اور اولین فرایض میں سے ہے۔ جس کے بغیر کوئی جماعت ترقی نہیں کرسکتی اور نہ دنیا کو اپنے پیچھے چلنے پر مجبور کرسکتی ہے۔ اور جس فرض کی طرف سے مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہماری جماعت کے افراد یا جماعتیں ان دنوں غافل ہیں حالانکہ وہ فرض ایسا ہے۔ کہ ہر نبی کے زمانہ کے لوگوں نے اس کو پورا کیا ہے۔ اور کوئی جماعت ایسی نہیں گذری جو کامیابی کا منہ بغیر اس فرض کی ادائیگی کے دیکھ سکی ہو:

صبر عند المقدرت و عدم مقدرت

یہ فرض کیا ہے۔ یہ فرض ہے۔ صبر جو عند المقدرت ہو۔ اور عدم مقدرت بھی۔ گو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صبر وہی ہے۔ جو عند المقدرت ہو۔ لیکن جب صبر کی حقیقت پر غور کریں۔ تو پتہ لگتا ہے۔ کہ صبر کی بعض قسمیں ایسی بھی ہیں۔ جن کی خوبی اس وقت ظاہر ہوتی ہے۔ جب کہ عدم مقدرت ہو۔

صبر کے حقیقی معنی

صبر کا لفظ قرآن کریم میں بہت لطیف اور وسیع معنوں میں آیا ہے۔ اور وہ بہت وسیع مطالب پر حاوی ہے۔ لیکن بہت سے لوگ اس کے حقیقی معنوں سے بالکل ناواقف اور بے بہرہ ہیں۔ بہت لوگ ایسے ہیں۔ جو سمجھتے ہیں۔ صبر یہ ہے۔ کہ جب کوئی دکھ یا مصیبت پڑ جائے۔ تو روئیں دھوئیں نہیں۔ حالانکہ صبر کے یہ معنی نہیں ہیں۔ صبر کے معنی ہرگز یہ نہیں ہیں۔ کہ جب انسان پر کوئی دکھ یا مصیبت یا اور تکلیف آئے۔ یا اس کا کوئی رشتہ دار فوت ہو جائے۔ تو وہ آنسو نہ بہائے۔ اور روئے نہیں۔ بلکہ صبر کے یہ معنی ہیں۔ کہ انسان ان تکالیف اور دکھوں پر جزع فزع نہ کرے۔ مایوس نہ ہو جائے کلیم چھوڑ نہ بیٹھے اور اپنا قدم پیچھے نہ ہٹائے۔

رنج و غم طبعی امور ہیں

ورنہ رنج و غم اور افسوس طبعی امور ہیں۔ اور ان کو کوئی مذہب بار دک نہیں سکتا۔ یہ قاعدہ کی بات ہے۔ کہ کسی کو جو چیز دی جاتی ہے اسے استعمال کرنے کا بھی وہ حق دار ہوتا ہے۔ ورنہ دینے کا کیا مطلب مثلاً ہم اگر کسی شخص کو ایک ہاتھ سے کھانا دیں۔ اور دوسرے ہاتھ سے چھین لیں۔ تو یہ دینا نہیں ہوگا۔ اور وہ ضرور کہیگا یہ کیسا شخص ہے۔ ابھی تو مجھے کھانا دے رہا تھا۔ اور ابھی مجھ سے چھین لیا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے جو طاقتیں انسان کے اندر رکھی ہیں۔ وہ اسی لئے ہیں۔ کہ انسان ان سے کام لے۔ ورنہ انہیں کیوں رکھا گیا:

خوشی اور غم کو مذہب نہیں روک سکتا

اگر خدا تعالےٰ نے طبعی طور پر ہمارے اندر یہ بات رکھدی ہے۔ کہ ہم خوش ہوں۔ تو وہ مذہب کبھی سچا نہیں ہو سکتا۔ جو یہ کہے۔ کہ ایسا مت کرو۔ اور اگر غم کا مادہ بھی طبعی طور پر ہمارے اندر خدا کی طرف سے رکھ دیا گیا ہے۔ تو کوئی مذہب جو سچا ہونے کا دعویدار ہے ہرگز یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ غم مت کرو۔ مذہب کا یہ کام نہیں ہو کہ وہ ان طبعی جذبات کو جو خدا تعالےٰ نے ہمارے اندر رکھے ہیں۔ ان کے اظہار سے ہمیں روکے۔ مذہب کا کام صرف یہ ہے۔ کہ وہ ان جذبات کی حدبندی کرتا ہے۔ کہ کس حد تک ہم ان جذبات کو استعمال کریں۔ مذہب یہ بتائے گا۔ کہ کس حد تک ہم خوش ہوں۔ اور کس حد تک غم کریں۔ کس حد تک غم کرنا اچھا ہوگا۔ اور کس حد تک نقصان دہ۔ لیکن یہ نہیں کہ مذہب خوش ہونے سے ہی منع کر دے۔ یا غمگین ہونے سے روک دے:

آنسو بہانا

پس صبر کا یہ مطلب ہرگز نہیں۔ کہ انسان کسی افسوس کے موقع پر غم نہ کرے۔ اور آنسو نہ بہائے۔ کیونکہ آنسو بہانا طبعی امر ہے۔ خدا تعالےٰ نے خاص عضو اور ایسے غدود انسان کے جسم کے اندر رکھے ہیں۔ جو آنسو بہانے میں مدد دیتے ہیں۔ اگر آنسو بہانا شریعت کے خلاف ہوتا۔ تو کہہ سکتے تھے۔ کہ یہ عضو خدا تعالےٰ نے شریعت کے خلاف بنائے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے انسان کے جسم کے اندر کوئی ایسا عضو۔ یا ایسے غدود نہیں رکھے۔ جو خلاف شریعت کاموں کے کرنے میں ممد ہوں۔ مثلاً پیٹنا ہے۔ یہ اس لئے منع ہے۔ کہ خدا نے کوئی غدود انسان کے جسم کے اندر ایسی نہیں رکھی جس کو اس لئے بنایا گیا ہو۔ کہ پیٹا جائے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں انسان کے جسم کے اندر ایسی باریک در باریک غدودیں ہم کو دکھائی جاتی ہیں۔ جن میں سے رطوبت نکلتی رہتی ہے۔ اور جس کی وجہ سے آنسو بنتے ہیں۔ پس رونا ایک طبعی امر ہے۔ یہ ان غدودوں کے موافق ہے۔ جو محض آنسو بہانے کیلئے خدا تعالےٰ نے انسان کے جسم کے اندر رکھدی ہیں۔ اسلئے یہ منع نہیں ہو سکتا۔ اگر کہا جائے۔ کہ ہاتھ ہلانا بھی طبعی امر ہے۔ اور ہاتھ ہلانے سے ہی پیٹا جاتا ہے۔ اس لئے پیٹنا بھی جائز ہوا۔ تو یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ ہاتھ ہلانا بے شک طبعی امر ہے۔ لیکن اس لئے کہ انسان کام ہاتھوں سے کرتا ہے۔ نہ اس لئے کہ ان سے پیٹا جائے:

صبر کا غلط مفہوم

پس آنسو بہانا ایک طبعی امر ہے۔ اور صبر کا یہ مفہوم بالکل غلط ہے۔ کہ انسان کسی مصیبت اور دکھ کے وقت آنسو نہ بہائے۔ پھر بعض کے نزدیک صبر کے یہ معنی ہیں۔ کہ کوئی شخص اگر کسی پر ظلم کرے۔ تو وہ شخص جس پر ظلم ہو رہا ہے۔ وہ چپ کر کے بیٹھا رہے۔ یا وہ شخص جس کے حقوق چھینے جا رہے ہوں۔ وہ کوئی ایسی تدبیر نہ کرے کہ جس سے اس کا حق اس کو مل جائے۔ حالانکہ صبر کے یہ بھی معنی نہیں ہیں۔ کہ انسان اپنے حقوق چھوڑ دے۔ کیونکہ حقوق کی نگہداشت بھی شریعت کے رو سے نہایت ضروری ہے۔ اور جو شریعت یہ کہتی ہے۔ کہ اپنے حقوق کی نگہداشت نہ کرو۔ وہ کسی سچے مذہب کی طرف قطعاً منسوب نہیں کی جاسکتی:

صبر کے مفہوم کئی ہیں۔ جن میں سے بعض ایسے ہیں۔ جن کو ہمارے ملک کے لوگ بالکل جانتے تک نہیں۔ کیونکہ ان کے لئے جو الفاظ ہیں۔ وہ ان معنوں میں یہاں استعمال ہوتے ہیں۔ جو اصل مفہوم کے خلاف ہیں:

صبر کے معنی

اصل بات یہ ہے۔ کہ صبر عربی زبان میں کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور قرآن کریم میں خدا تعالےٰ نے اس کی بہت بڑی حکمت بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ صبر کے ایک معنی یہ ہیں۔ کہ انسان متواتر اور استقلال کے ساتھ ان بدیوں کا مقابلہ کرے۔ جو اس کو اپنی طرف کھینچ رہی ہوں اور ان بدیوں کے مقابلہ کے لئے تیار رہے۔ جو اس کو آئندہ پیش آنے والی ہیں۔ دوسرے معنی یہ ہیں۔ کہ استقلال کیساتھ ان نیکیوں پر قائم رہے۔ جو اس کو حاصل ہو چکی ہوں۔ اور ان نیکیوں کے حصول کی کوشش کرے۔ جو اس کو ابھی ملی نہیں غرض ایک مقصد پر استقلال کے ساتھ قائم رہنے کا نام صبر ہے۔ ہماری زبان کے مفہوم کے لحاظ سے استقلال ان معنوں میں استعمال نہیں ہوتا۔ جن معنوں میں عربی زبان کے مفہوم کے لحاظ سے صبر کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ عربی زبان میں صبر کا لفظ۔ استقلال۔ حریت اور اپنی ذات میں کامل ہونے اور عدم احتیاج کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن ہماری زبان کے مفہوم میں استقلال ان معنوں میں استعمال نہیں ہوتا۔ اور جو معنی ہم استقلال کے سمجھتے ہیں۔ اسے عربی زبان میں صبر کہتے ہیں۔ پس عربی زبان میں استقلال کے ساتھ بدیوں کا مقابلہ کرنے استقلال کے ساتھ نیکیوں پر قائم رہنے اور استقلال کے

ساتھ آئندہ نیکیوں کے حصول کی کوشش کرنے کا نام صبر ہے دوسرے معنی صبر کے یہ ہیں۔ کہ انسان جزع فزع نہ کرے۔ جب کوئی مصیبت اس پر آپڑے۔ تو گھبرائے نہیں۔ اور ہمت نہ ہارے۔ اگر اس کا کوئی عزیز مرتا ہے۔ یا اس کا مال کھویا جاتا ہے۔ یا اور اسی قسم کا کوئی واقعہ پیش آتا ہے تو وہ اس امر کو مد نظر رکھے۔ کہ جو کچھ اس کے پاس ہے۔ وہ اس کا نہیں۔ بلکہ بطور انعام خدا تعالے کی طرف سے اس کو ملا ہوا ہے۔ یہ ایسا صبر ہے۔ جو دوسروں کے مقابلہ میں کام کرنے میں کام آتا ہے۔ تاکہ اگر دوسرے لوگ اس کو کسی قسم کا دکھ یا تکلیف دیں۔ تو یہ گھبرائے نہیں *

خدا اور بندوں کے مقابلہ میں صبر

پھر اس کی بھی آگے دو قسمیں ہیں۔ ایک۔ ان معاملات میں صبر کرنا۔ جو اللہ تعالے کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اور بندوں کا ان میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اور دوسرے ان معاملات میں جو بندوں کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ جو معاملات اللہ تعالے کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی مثال اس طرح ہے۔ مثلاً ایک شخص کا کوئی رشتہ دار فوت ہو گیا۔ یا بیمار ہو گیا۔ یا ملک میں قحط پڑ گیا۔ یا کوئی ایسی جنگ چھڑ گئی۔ جس کی وجہ سے اس کے کاروبار میں گھاٹا پڑ گیا۔ یہ ایسے واقعات ہیں۔ کہ ان میں اس کا کوئی دخل نہیں۔ ان میں خدا تعالےٰ کی رضا پر استقلال کے ساتھ قائم رہنا صبر کہلاتا ہے *

لیکن ایسے معاملات جو بندوں کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ وہ اس طرح ہوتے ہیں۔ کہ یہ ہاتھ پاؤں ہلا سکتا ہے۔ لیکن پھر بھی اگر کوئی شخص اس پر سختی کرتا۔ اور اس کو دکھ دیتا ہے۔ تو یہ چپ رہتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص اس کو تھپڑ مارتا ہے۔ تو یہ آگے سے بولتا نہیں۔ خدا تعالےٰ تو اگر اس کی جان بھی لے لے۔ تو یہ بول نہیں سکتا۔ اور نہ کسی قسم کا مقابلہ کر سکتا ہے لیکن اگر ایک انسان اس کو تھپڑ مارتا ہے۔ تو یہ بھی مناسب موقع کارروائی کر سکتا ہے۔ اگر اس کو تھپڑ مارنا ہی مناسب ہو۔ تو تھپڑ مار سکتا ہے۔ لیکن اگر اس وقت تھپڑ مارنا قومی فوائد کے لحاظ سے یا اس شخص کی اصلاح کی غرض سے مناسب نہ ہو۔ تو تھپڑ نہیں مارتا۔ یہ بھی صبر میں داخل ہے۔ پس بعض مواقع جہاں تھپڑ مارنا ضروری اور مفید ہوتا ہے۔ وہاں اس کو چاہیئے۔ کہ ضرور تھپڑ مارے۔ اور بعض مواقع جہاں تھپڑ مارنا مفید نہ ہو وہاں اس کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے۔ کہ تھپڑ نہ مارے *

بزدل نہ ہو

لیکن اس حالت میں ایک شرط ہو گی۔ اور وہ یہ کہ یہ بزدل نہ ہو۔ اور اس وجہ سے چپ نہ ہو کہ یہ بھی مجھے آگے سے مارے گا۔ خدا تعالےٰ کے مقابلہ میں تو اس کا چپ رہنا اور صبر کرنا عدم مقدرت پر مبنی ہو گا۔ لیکن انسانوں کے مقابلہ میں اس کا صبر عند المقدرت ہو گا۔ وہ بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہے۔ لیکن اس لئے بدلہ نہیں لیتا۔ کہ شاید بدلہ نہ لینے سے کوئی مفید نتیجہ نکل آئے۔ تو یہ اس کا صبر کہلاتا ہے۔ مگر خدا تعالےٰ کے مقابلہ میں تو یہ بدلہ کی مقدرت ہی نہیں رکھتا۔ وہاں اس کا چپ رہنا یا نہ رہنا برابر ہو گا۔ اس لئے وہاں صبر کے یہی معنی ہونگے کہ گھبرائے نہیں اور ہمت ہارکر بیٹھ نہ رہے۔ لیکن بندوں کے مقابلہ میں اس کو بدلہ لینے کی مقدرت ہو۔ اور پھر صبر کرے۔ تو صبر صبر کہلانے کا مستحق ہو گا۔ کیونکہ بدلہ لینے کی طاقت رکھتے ہوئے پھر صبر کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص قید میں کوٹھڑی کے اندر بند ہو۔ کوئی رستہ اس کے نکلنے کا نہ ہو اور وہ کہے۔ کہ میں صبر کرکے بیٹھا ہوا ہوں۔ تو یہ اس کا صبر نہیں ہو گا۔ کیونکہ اگر دروازہ کھلا ہوتا اور کوئی اسکو نہ روکتا۔ تو ضرور وہ قید سے نکل جاتا۔ اس کا اس وقت قید میں چپ چاپ بیٹھا رہنا اس سبب سے ہے۔ کہ اس کے بھاگنے کا کوئی رستہ نہیں۔ پس اس کا یہ صبر صبر نہیں کہلائے گا۔ انسانوں کے مقابلہ میں صبر ہمیشہ وہ ہوتا ہے۔ جو عند المقدرت ہو۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ انسان بزدل نہ ہو۔ کیونکہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ انسان کمزور ہوتا ہے۔ اس میں بدلہ لینے کی طاقت اور ہمت نہیں ہوتی۔ وہ خیال کرتا ہے۔ اچھا میں صبر کرتا ہوں۔ یہ اس کا صبر نہیں ہوتا۔ اسے ہم صبر نہیں کہیں گے۔ بلکہ اس شخص کو بزدل کہینگے صبر تو یہ ہے۔ کہ وہ دیکھے۔ مجھ میں اتنی طاقت ہے۔ کہ میں بدلہ لے سکوں۔ لیکن پھر اگر ایسا شخص بدلہ نہیں لیتا اور صبر کرتا ہے۔ تو یہ صبر ہے۔ ورنہ ایک ایسے شخص کے دل میں جس کو کسی نے دکھ یا تکلیف دی ہو۔ یہ جوش ہو۔ کہ اگر میں مضبوط ہوتا۔ تو اس کو خوب اچھی طرح پیٹتا۔ وہ اگر بدلہ نہیں لیتا۔ تو بزدل ہے۔ اور اس نے صبر نہیں کیا۔ بلکہ بزدلی دکھائی ہے۔ اس نے بجائے صبر کا ثواب حاصل کرنے کے گناہ کیا۔ صبر وہی ہے۔ جو بدلہ کی مقدرت رکھتے ہوئے کیا جائے *

کمزور کا صبر

ہاں ایک کمزور شخص ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اگر کوئی اس پر ظلم کرے۔ تو خواہ ظلم کرنے والا بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔ وہ کہے بادشاہ ہے۔ تو کیا ہے۔ میں بھی اس سے کسی نہ کسی طرح بدلہ لے سکتا ہوں لیکن چونکہ خدا تعالےٰ کا حکم ہے۔ صبر کرو۔ اس لئے صبر کرتا ہوں۔ تو ایسے شخص کا صبر بھی واقعی صبر کہلانے کا مستحق ہو گا کیونکہ اس کی ہمت تو یہ ہے۔ کہ وہ کہتا ہے۔ خواہ میں خود مارا ہی جاؤں۔ لیکن بادشاہ یا اور شخص جو مجھ پر ظلم کرتا ہے اسے بھی مزا چکھا دوں گا۔ لیکن چونکہ خدا کا حکم ہے۔ اس لئے صبر کرتا ہوں۔ پس ایسا شخص بزدل نہیں۔ بلکہ اس نے واقعی صبر کیا ہے *

بے غیرتی صبر نہیں

صبر کرنے کی کئی وجہیں ہوتی ہیں۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو اپنے ذاتی اغراض اور فوائد کے لئے صبر کرتے ہیں۔ اور میں نے بتایا ہے ایسا صبر نیکی نہیں۔ بلکہ گناہ ہے۔ مثلاً ایک شخص کسی سے روپے مانگنے جاتا ہے۔ اور وہ آگے سے اسے گالیاں دیتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ تو بڑا بے حیا اور بے شرم ہے۔ کہ روپے مانگنے کے لئے آگیا ہے۔ لیکن وہ ہنس کر ٹال دیتا۔ اور خیال کر لیتا ہے کہ مجھے اس وقت اس شخص سے کام ہے۔ اس لئے اس کی گالیاں بھی سن لینی چاہئیں۔ ایسا کرنے والا صبر نہیں کرتا۔ بلکہ وہ بے حیائی اور بے شرمی کی وجہ سے اور روپوؤں کی خاطر ایسی ذلت گوارا کرتا ہے۔ ایک واقعہ لکھا ہے۔ کہ ایک شخص جو اعتقاداً سنی تھا ایک شیعہ بادشاہ کے پاس گیا۔ اور اس سے کچھ مانگا۔ وزیر نے سمجھ لیا یہ سنی ہے۔ اس نے بادشاہ سے کہا۔ اسے روپیہ نہ دیں۔ یہ سنی معلوم ہوتا ہے۔ بادشاہ نے کہا معلوم کر لینا چاہیئے۔ اس پر وزیر نے کئی طریقوں سے پتہ لگانا چاہا۔ کہ آیا یہ سنی ہے یا شیعہ۔ مگر وہ گول مول جواب دے دیتا۔ آخر وزیر نے کہا۔ اس طرح تو کچھ پتہ نہیں لگتا۔ اور معلوم یہ سنی ہوتا ہے۔ اسلئے بہتر ہے۔ کہ تبرا کیا جائے۔ یعنی حضرت ابوبکر رض۔ حضرت عمر رض۔ حضرت عثمان رض کو گالیاں دی جائیں۔ بادشاہ نے کہا۔ بر ہر سہ لعنت یعنی نعوذ باللہ حضرت ابوبکر رض۔ حضرت عمر رض۔ اور حضرت عثمان رض تینوں پر لعنت ہو۔ پھر وزیر نے کہا۔ بر ہر سہ لعنت وزیر کے بعد اس شخص نے بھی جو روپے مانگنے آیا تھا کہدیا بر ہر سہ لعنت۔ جب اس طرح بھی اس کا سنی ہونا ظاہر نہ ہوا۔ بادشاہ نے پوچھا۔ کیا تم شیعہ ہو۔ اس نے کہا نہیں۔ میں شیعہ نہیں سنی ہوں۔ بادشاہ نے کہا۔ پھر تم نے تبرا کیوں کیا اس نے جواب دیا۔ میں نے کہا ہے۔ بر ہر سہ لعنت۔ یعنی ہم تینوں پر جو یہاں بیٹھے ہیں لعنت ہو۔ تم دونوں پر تو اس لئے کہ خلفاء کرام پر لعنت بھیجتے ہو۔ اور مجھ پر اس لئے کہ میں واقعی لعنت کا مستحق ہوں کہ تمہارے پاس مانگنے آیا ہوں۔ تو ایسے شخص کا صبر صبر نہیں کہلا سکتا۔ ایسا شخص گالیاں سنتا اور اپنی ذاتی غرض پورا کرنے کی خاطر ہنس دیتا ہے۔ پس ایسا کرنا صبر نہیں۔ بلکہ بے حیائی ہے۔ کیونکہ نفسانی اغراض کی خاطر ایسا انسان صبر کرتا اور گالیاں سنتا ہے *

قومی اور مذہبی اغراض کیلئے صبر

ہاں کبھی قومی اور مذہبی اغراض کے لئے صبر کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ صبر چونکہ نفسانی اغراض کے لئے نہیں ہوتا۔ اس لئے صبر کہلاتا ہے۔ مثلاً کسی ایسی جگہ جہاں اس کے بدلہ لینے

کی وجہ سے اس کی قوم پر کوئی مصیبت آتی ہے۔ وہاں اگر وہ صبر کرتا ہے۔ صبر نہیں کرتا۔ تو اسے بیوقوف کہیں گے۔ کیونکہ اس طرح وہ اپنی قوم کو نقصان پہنچاتا ہے۔ لیکن جب وہ اپنی قوم کے نفع کے لئے بدلہ نہیں لیتا۔ یا دین کو نقصان سے محفوظ رکھنے کی خاطر صبر کرتا ہے۔ تو اس کا یہ صبر صبر کہلائے گا۔ پس قومی طور پر صبر اس طرح ہوتا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اسواسطے دشمن کا مقابلہ نہیں کرتا۔ اور چپ ہو رہتا ہے۔ کہ اس کی قوم کو نقصان نہ پہنچ جائے۔ تو اس کا ایسا کرنا صبر ہوتا ہے۔

فوائد دینیہ کیلئے صبر

اور دین کے لئے صبر اس طرح ہوتا ہے مثلاً ہم کسی شخص کو تبلیغ کرتے ہیں۔ اور وہ آگے سے ہمیں گالیاں دیتا ہے۔ اگر ہم اس پر صبر کرتے ہیں۔ اور گالیوں کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ تو یہ صبر ہے۔ کیونکہ ہم یہاں اسلئے صبر کرتے ہیں۔ کہ مبادا ہمارے اسی رنگ کا جواب دینے یا سختی کے مقابلہ میں سختی سے پیش آنے پر یہ شخص آئندہ ہماری بات ہی نہ سنے۔ اور ہمیشہ کیلئے گمراہ ہو جائے یا وہ خود اور دوسرے لوگ یہ خیال کر لیں۔ کہ ہم میں اور ان میں فرق ہی کیا ہے۔ جب یہ لوگ بھی گالیوں پر اتر آتے۔ اور سختی کے مقابلہ میں سختی سے گفتگو کرتے ہیں۔ تو ان میں مرزا صاحب نے کیا تبدیلی کی۔ کہ ہم بھی انہیں مان لیں۔ اس وجہ سے بہت سے لوگوں کو ٹھوکر لگ جاتی ہے۔ اور ہر وہ شخص جو ایسے حالات میں سختی سے پیش آتا ہے۔ وہ ضرور کبھی دس کبھی سو۔ اور کبھی ہزار شخصوں کے لئے ٹھوکر کا موجب بنتا ہے۔ ایسے شخص کو ہم باغیرت نہیں کہیں گے۔ کیونکہ وہ اپنے نفس کی غرض سے سختی کے مقابلہ میں سختی کرتا ہے۔ اور دین کو نقصان پہنچا دیتا ہے۔ بعض شخص کہہ دیتے ہیں۔ اس میں ہماری نفسانی غرض نہیں ہوتی۔ ہم تو محض اس لئے سختی کا جواب سختی سے دیتے ہیں۔ کہ وہ ہمارے دین کو برا بھلا کہتے ہیں۔ یا ہمارے نبی کو گالیاں دیتے ہیں۔ کیا ایسے وقت میں ہم چپ رہ کر بے غیرت نہیں۔ مگر میں کہتا ہوں۔ یہ بھی تو نفسانی غرض ہو جاتی ہے کیونکہ نبی کو جب ہم اپنا نبی کہہ لیتے ہیں۔ تو اس کے ساتھ ہمارا ذاتی تعلق ہو جاتا ہے۔ اور دراصل ہمیں غصہ اس لئے آتا ہے کہ وہ ہمارے نبی کو گالیاں دیتے اور ہمارے دین کو برا کہتے ہیں۔ اور ہمارے نبی اور ہمارے دین کو ہمارے ساتھ ذاتی تعلق ہے۔ پس ایسے موقعہ پر اگر ہم نہیں کرتے ہیں۔ تو گویا اپنے نفس کے دھوکہ میں آتے ہیں۔

خدا اور نبی کا لوگوں کے متعلق فیصلہ

بعض لوگ نادانی سے یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی تو اپنی کتابوں میں دیگر مذاہب کے لوگوں کے متعلق سخت الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اور بعض لوگ یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ قرآن کریم میں بھی کئی جگہ کفار اور دوسرے لوگوں کو نہایت سختی کے ساتھ مخاطب کیا گیا ہے۔ مگر ایسے نادان یہ نہیں سمجھتے۔ کہ خدا تعالیٰ اور اس کے انبیاء کی شان اور ہوتی ہے۔ ان کے مدنظر لوگوں کی اصلاح ہوتی ہے۔ اگر وہ ان کی حالت ان پر ظاہر نہ کریں۔ تو وہ اصلاح کی طرف کیونکر متوجہ ہو سکیں۔ اس کی کسی قدر مثال مجسٹریٹ سے دی جا سکتی ہے۔ جو چوری کرنے والے کو چور کہتا ہے۔ ڈاکہ ڈالنے والے کو ڈاکو کہتا ہے بدمعاشی کرنے والے کو بدمعاش کہتا ہے۔ اور اس کا فرض ہے کہ کہے۔ لیکن کسی اور کا حق نہیں ہے۔ کہ کسی کو چور یا ڈاکو یا بدمعاش کہے۔

پس خدا تعالیٰ حقیقی مجسٹریٹ ہے۔ اور نبی جو اسکی طرف سے دنیا میں آتے ہیں۔ وہ اس کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ ایک مجرم کو مجرم کہہ سکتے ہیں۔ اور یہ ان کا حق ہوتا ہے کیونکہ وہ دنیا کے لئے بحیثیت مجسٹریٹ ہوتے ہیں۔ لیکن ہر شخص کا یہ حق نہیں ہوتا۔ کہ وہ دوسرں کو چور یا مجرم کہتا پھرے۔

مجسٹریٹ کی حیثیت

ایک مجسٹریٹ چور کو چور کہہ سکتا ہے۔ مگر ہم اسے چور نہیں کہہ سکتے۔ ہمارا کوئی حق نہیں۔ کہ اسے چور کہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ مجسٹریٹ بھی چور کو چور نہ کہے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوا ہے۔ کہ مجسٹریٹ ایک چور کے متعلق سزا کا فیصلہ دیتے وقت یہ کہے۔ اور لکھے۔ کہ اے شریف انسان میں تجھ کو چھ مہینے قید کی سزا دیتا ہوں اگر وہ اپنے فیصلہ میں ایسا لکھتا ہے۔ تو وہ مجسٹریٹ خود ملزم ہے۔ کیونکہ ایک طرف تو وہ اس کو چور سمجھ کر چھ مہینے قید کی سزا دے رہا ہے۔ اور دوسری طرف فیصلہ میں اس کے متعلق لکھتا ہے۔ کہ اے شریف انسان۔ یعنی اے بے گناہ انسان میں تجھ کو سزا دیتا ہوں۔ کیا کوئی مجسٹریٹ ایک شخص کو بے گناہ کہکر اس کو سزا دے سکتا ہے۔ اور اگر وہ ایسا کرے۔ تو کیا وہ خود مجرم نہیں ٹھیرتا۔

خدا کے نبی کی حیثیت

پس خدا تعالیٰ کا نبی جب لوگوں سے کہتا ہے۔ کہ تم بے دین اور گمراہ ہو گئے۔ تو وہ بحیثیت ایک جج اور مجسٹریٹ کے ان کے متعلق یہ فیصلہ دیتا ہے۔ لیکن اگر ہم ایسا کہتے ہیں۔ تو ہم گناہ گار ہیں۔ کیا ہر ایک کام جسے ہم کسی دوسرے کو کرتے دیکھیں۔ خود بھی کرنے لگ جاتے ہیں۔ مثلاً ایک استاد لڑکے کو اس کی غلطی پر سزا دیتا ہے اور اسکا حق ہوتا ہے کہ اس کو سزا دے۔ ہر شخص سزا نہیں دے سکتا۔ کیا اگر ایک بڑی عمر کا شخص اٹھکر کہے۔ کہ میں بھی لڑکے کو مارتا ہوں۔ کیونکہ میں استاد سے بھی عمر میں بڑا ہوں۔ تو یہ جائز ہو سکتا ہے۔ مار وہی سکتا ہے۔ جسکے لئے سزا دینے کا حق مقرر ہے۔ مگر جسے سزا دینے کا کوئی حق نہیں۔ وہ سزا نہیں دے سکتا۔

اسی طرح ایک ڈاکٹر کسی مریض کی آنکھوں کا اپریشن کرتا ہے۔ لیکن اگر دوسرا شخص جو ڈاکٹر نہیں۔ کہے کہ میں بھی آنکھ کا اپریشن کرونگا۔ تو یہ اسکی سخت بیوقوفی ہوگی۔ کیونکہ اگر وہ ایسا کریگا۔ تو یقیناً مریض کی آنکھ نکال دیگا۔ لیکن ایک ڈاکٹر بحیثیت اس فن میں ماہر ہونے کے حق رکھتا ہے۔ کہ مریض کی آنکھوں کا اپریشن کرے۔ پس نبی بطور جج اور ڈاکٹر کے ہوتے ہیں۔ وہ لوگوں کو اگر بتاتے ہیں۔ کہ تم نے یہ جرم کیا ہے۔ یا تمہیں یہ بیماری ہے۔ مگر ان معاملات میں ہمارا حق نہیں ہوتا۔ کہ ہم بھی اسی طرح کہیں۔ ہر سخت لفظ جو ایک نبی گمراہ شدہ لوگوں کے متعلق بولتا ہے۔ وہ دین کی خدمت ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر وہ بھی ان لوگوں کو ان کے جرائم سے مطلع نہ کرے۔ اور ان کو تنبیہ نہ کرے۔ تو انہیں اپنی غلطیاں غلطیاں ہی نہ معلوم ہوں۔ اور وہ بدیوں میں ترقی کرتے چلے جائیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کا اپنی ذات کے متعلق رویہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں کہیں سخت الفاظ استعمال کئے ہیں۔ وہ بطور جج اور مجسٹریٹ کے استعمال کئے ہیں۔ ورنہ جہاں آپ کی اپنی ذات کا معاملہ آپڑتا ہے۔ وہاں تو فرماتے ہیں۔

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

جیسا کہ مجسٹریٹ بھی جب کورٹ میں بحیثیت ایک منصف بیٹھا ہو ایک چور کو چور ہی کہیگا۔ لیکن کمرۂ عدالت سے باہر آکر وہ اس چور کے ساتھ بھی دوستانہ اخلاق کے ساتھ پیش آسکتا ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ ایک مجرم اور چور جب اس کے گھر آکر ملتا ہے۔ تو وہ اچھی طرح اور اخلاق کے ساتھ ملتا ہے لیکن کمرۂ عدالت کے اندر وہ ایسا ہرگز نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ وہ ایک مجسٹریٹ اور فیصلہ کرنیوالے کی حیثیت سے بیٹھا ہے۔ اس وقت وہ اسی نام سے مجرم کو پکارے گا جس جرم کا اس نے ارتکاب کیا ہوگا۔ پس اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں میں بعض سخت الفاظ استعمال ہوئے ہیں تو وہ بطور جج اور مجسٹریٹ کے آپ نے استعمال کئے ہیں۔ لیکن حضرت صاحب کی ذات جب بولتی ہے۔ تو وہاں آپ یہی فرماتے

ہیں ؛

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

اور ہمیں بھی آپ یہی تعلیم دیتے رہے ہیں۔ کہ دوسروں کی سختیوں کو صبر کے ساتھ جھیلو۔ اور ان کی گالیاں سنکر جواب نہ دو۔

مخالفین کی سختیوں پر صبر کرو

لیکن ہم میں سے کئی ایسے ہیں۔ کہ جب مخالفین کی طرف سے ان پر کوئی سختی ہوتی ہے۔ تو وہ بہت گھبرا جاتے اور چیاں لکھتے ہیں۔ کہ اس کا انتظام کیا جائے۔ اور امور عامہ کو کارروائی کرنے کے لئے کہا جائے۔ حالانکہ انہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ ایک وہ زمانہ تھا۔ جب امور عامہ بھی نہ تھا اور لوگوں پر آج کی نسبت بہت زیادہ سختیاں ہوتی تھیں۔ ایک دفعہ حضرت صاحب لاہور گاڑی میں بیٹھے جا رہے تھے کہ آپ پر شہر کے بدمعاش پتھر پھینکتے۔ جو آپ کی گاڑی پر آکر لگتے تھے۔ اس وقت کہاں امور عامہ تھا۔ جب آپ پر پتھر پھینکے جاتے تھے۔ لیکن حضرت صاحب کے ماتھے پر بل نہیں پڑتا تھا۔ اسی کا یہ اثر ہوتا تھا۔ کہ انہی لوگوں میں سے سینکڑوں حضرت صاحب کی غلامی میں آکر داخل ہو جاتے تھے۔ اب ہم بھی اگر مخالفین کی سختیوں کے مقابلہ میں یہی اخلاق دکھائیں۔ تو وہی جو ہم پر سختیاں کرتے ہمیں دکھ دیتے اور ہماری دل آزاری میں لگے ہوئے ہیں۔ انہی میں سے ہمارے حقیقی دوست اور پورے ہمدرد پیدا ہو جائیں۔

رسول کریم صلعم کے کیسے دشمن دوست بنے

حضرت عمرو بن العاص کہتے ہیں۔ ایک زمانہ مجھ پر ایسا تھا۔ کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل بوجہ حسد اور بغض کے نہیں دیکھا کرتا تھا۔ اور میں ہمیشہ یہ چاہتا تھا۔ کہ کوئی ایسا وقت نہ آئے۔ جب میں اور آپ ایک چھت کے نیچے جمع ہوں۔ لیکن پھر ایک وقت ایسا آیا۔ کہ میں بوجہ محبت۔ جلال اور عظمت حضور کی شکل نہ دیکھ سکتا تھا۔ اور اب اگر کوئی شخص مجھ سے آپ کا حلیہ پوچھے۔ تو میں نہیں بتا سکتا۔ کیونکہ میں نے ساری عمر آپ کے چہرہ مبارک کو نظر بھر کر نہیں دیکھا۔ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت ترین دشمنوں کا حال تھا۔ انہیں دشمنی بھی اتنی تھی۔ کہ آپ کا چہرہ دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے لیکن جب انہوں نے حقیقت کو سمجھا۔ اور ایمان لے آئے۔ تو آپ کے ساتھ اس قدر محبت اور عشق پیدا ہو گیا۔ کہ بوجہ [illegible] جلال آپ کا چہرہ نہیں دیکھ سکتے تھے؛

ہزاروں دشمن جاں نثار دوست بن گئے

ہزارہا لوگ جاری جماعت کے اندر بھی ایسے پائے جاتے ہیں۔ جنہوں نے مخالفت اور ایذا دہی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا لیکن جب انہوں نے سچائی کو سمجھا۔ اور ہدایت کو قبول کیا۔ تو وہی لوگ آپ کے جاں نثار دوست بن گئے پھر ہزارہا ایسے آدمی بھی ہماری جماعت میں پائے جاتے ہیں۔ جو اختلاف خلافت کے موقع پر ہم سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ اور مجھے سخت گالیاں دیا کرتے تھے۔ لیکن آج وہ ہمارے محب ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ وہ اپنی ناسمجھی کی وجہ سے گالیاں دیتے تھے۔ دراصل ان کا کوئی قصور نہ تھا۔ اور جب انہوں نے سچائی کو پا لیا۔ تو وہی لوگ محب بن گئے۔

مخالفین کی سختیوں کے مقابلہ میں ہم کیا کریں

پس مخالفین ہمیں اپنی ناسمجھی اور کم عقلی کی وجہ سے گالیاں دیتے ہیں۔ اسلئے ہمارا فرض ہے۔ ہم ان کی گالیوں کے جواب میں ان کو گالیاں نہ دیں۔ اور انہیں قطعاً برا بھلا نہ کہیں۔ بلکہ میں جماعت سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ وہ ان کی گالیوں۔ اور سختیوں کو صبر سے برداشت کریں۔ تا ان لوگوں کو پتہ لگے کہ ہم ان کے لئے تکالیف اٹھا رہے ہیں اور ان کے ظلم صبر کے ساتھ جھیل رہے ہیں۔ جب ان کے اندر یہ احساس پیدا ہو جائے گا۔ کہ یہ لوگ ہمارے لئے اتنی تکالیف برداشت کر رہے ہیں۔ تو پھر دیکھنا۔ کس طرح ہزاروں کی تعداد میں وہ ہماری طرف دوڑتے اور جماعت میں داخل ہوتے ہیں۔ اگر ان کے مقابلہ میں ہم صبر کے ساتھ کھڑے رہیں اور نہی ماریں کھاتے جائیں۔ ان کی سختیوں اور ظلم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے کام میں لگے رہیں۔ اور ان کو سچائی اور ہدائیت کی طرف بلائیں۔ تو ان کے قلوب پر ایسا اثر ہوگا۔ کہ وہ خود بخود ہماری طرف کھنچے چلے آئیں گے۔

حضرت حمزہ کس طرح ایمان لائے

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر اسی بات کا اثر ہوا۔ کہ آپ دیکھتے۔ مسلمان ماریں کھاتے اور تبلیغ سے باز نہ آتے۔ کفار ان پر سخت سے سخت مظالم توڑنے میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھتے۔ لیکن وہ ان کو بڑی خوشی کے ساتھ برداشت کرتے۔ جب آپ نے ان کی یہ حالت دیکھی۔ تو دل میں خیال کیا۔ کہ یہ لوگ کبھی جھوٹ کی خاطر اتنی تکالیف برداشت نہیں کر سکتے۔

حضرت عمر کس طرح ایمان لائے

یہی اسی بات کا اثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بھی ہوا۔ کہ آپ بوجہ سخت دشمن اسلام ہونے کے ایک دفعہ گھر سے ارادہ کر کے نکلے کہ آج (نعوذ باللہ) آپ کو قتل کر دونگا۔ لیکن راستہ میں انہیں ایک شخص ملا جس نے کہا۔ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو۔ تمہاری ہمشیرہ اور بہنوئی مسلمان ہو چکے ہیں۔ آپ اپنی ہمشیرہ کے گھر گئے۔ اور غصہ میں ان کو مارنا شروع کر دیا۔ اور کہا۔ میں نے سنا ہے۔ تم مسلمان ہو گئے ہو۔ اور قرآن شریف پڑھتے ہو۔ انہوں نے نہایت جرأت کے ساتھ کہا۔ کہ ہاں ہم قرآن شریف پڑھتے ہیں۔ اور پڑھینگے۔ آپ بھی اگر چاہیں۔ تو ہم سنا سکتے ہیں۔ آپ نے کہا۔ اچھا مجھے بھی سناؤ۔ چنانچہ جب آپ کو قرآن کریم پڑھ کر سنایا گیا۔ تو آپ ایمان لے آئے۔ آپ کی ہمشیرہ نے اسلام کی خاطر جس دلیری اور جرأت کا ثبوت دیا۔ اس کا اثر آپ پر اس قدر ہوا۔ کہ آپ نے فوراً سمجھ لیا۔ کہ یہ مذہب کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ تو جرأت اور دلیری دوسروں پر اثر کئے بغیر نہیں رہتی۔

دین کی خاطر سب کچھ برداشت کرو

جو شخص تبلیغ کرتے وقت مخالفین کے مظالم اور سختیوں پر اس لئے صبر کرتا ہے۔ کہ ان سختیوں کا جواب دینے سے گو میرا تو غصہ دور ہو جائے گا۔ لیکن اس شخص کو ہدائیت نہ ہوگی۔ اور وہ ہمیشہ کے لئے صراط مستقیم سے دور جا پڑے گا۔ اس کا صبر نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا صبر ہے۔ اور اس کے اندر ایسی شرافت اور عالی حوصلگی پائی جاتی ہے۔ کہ مخالفین اس نظارہ کو دیکھکر گھائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

پس میں اپنے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ دین کی خاطر دلیری کے ساتھ ماریں کھائیں۔ مگر عدالتوں کے دروازے نہ کھٹکھٹائیں۔ مخالفین کی گالیوں کو صبر کے ساتھ سنیں۔ اور سچے ہو کر جھوٹے کہلائیں۔ جب ہماری جماعت کے اندر یہ حالت پیدا ہو جائے گی۔ تو ہمارے مخالفین کے قلوب خود بخود ہماری طرف کھنچے چلے آئیں گے۔ اور وہ بھی اسی چشمہ کا پانی پینے کے قابل ہو جائیں گے جسکے شیریں پانی سے ہم سیراب ہو چکے ہیں۔

دعا

خدا تعالےٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ کہ ہم بزدل نہ ہوں۔ بلکہ اسکی رضا کے حصول کے لئے جو جو مصیبتیں اور تکالیف ہمیں پیش آئیں ان کو صبر کے ساتھ برداشت کریں۔ اور ہمارے وہ بھائی جو صداقت سے دور پڑے ہوئے ہیں۔ وہ بھی اس دروازے کی طرف آ جائیں۔ جس کی طرف جھک کر ہم نے ہدائیت اور سچائی کو پایا ؛